تعظیمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مفتی جلال الدین احمد امجدی



شبیر برادرز ۔ بی اردو بازار ۔ لاہور

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے (اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ)

تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

از

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی (براؤں شریف بھارت)

ناشر

شبیر برادرز ۴۰۔ بی اردو بازار۔ لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۳۵

نام کتاب ـــــ تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف ـــــ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہٗ

صفحات ـــــ ۷۲

کاتب ـــــ محمد ریاض

سنِ اشاعت ـــــ جمادی الآخر ۱۴۱۲ھ نومبر ۱۹۹۱ء

شرفِ اشاعت ـــــ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

بار دوم ـــــ فروری ۱۹۹۲ء

قیمت ـــــ ۲۵/- روپے

فہرست مضامین

تہدیہ

صاحبِ تصانیف کثیرہ رئیس التحریر سیدی الکریم
حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ
دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں جن کے قلم
نے اسلام وسنیت کو تقویت بخشی اور بے شمار
لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچالیا۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

جلال الدین احمد امجدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلیں

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانۂ مبارکہ سے اب تک تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور جملہ علمائے متقدمین ومتاخرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور عامۂ مسلمین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر طرح تعظیم وتکریم کرتے رہے۔

مگر اس زمانے میں کلمہ پڑھنے والے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو تعظیم نبی کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور اس کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں اس لیے ہم نے یہ چند سطور لکھ دیئے تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے اور پھر انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جائز ومستحسن ہی نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں فرض وواجب بھی ہے۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل اس کتاب سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اپنی ذاتِ کریم کے لیے اسے قبول فرما کر ہمارے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔

آمین!

جلال الدین احمد امجدی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَكَ الْحَمْدُ یَا اللّٰہُ!

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!

تعظیم کے معنیٰ ہیں قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا۔ تو ہر چھوٹا جو واقعی اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے وہ اپنے بڑے کی تعظیم کرتا ہے اور ہر لحاظ سے اس کی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ شاگرد اپنے اُستاد کی، مُرید اپنے پیر کی، اولاد اپنے باپ دادا کی اور نوکر اپنے مالک کی یہاں تک کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کرتا ہے اور کیوں نہ کرے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا۔ — جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہمارے راستے پر نہیں ہے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص۴۲۳)

لیکن جب ایک سچا مسلمان اپنے نبی کریم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے تو اسے بدعتی اور گمراہ و بدمذہب قرار دیا جاتا ہے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے حالانکہ نبی کی تعظیم کرنا کفر نہیں ہے بلکہ نبی کی تعظیم سے انکار کرنا کفر ہے اور یہ ایسا کفر ہے جو انسان کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے ہوا اور باقی کفر تو بعد میں ہوئے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۔ — اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو آدم کو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اُس نے انکار کیا۔ تکبر کیا اور کافر ہو گیا۔ (پ۱ ع۴)

مدارک شریف میں كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ کی تفسیر فرمایا صَارَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ یعنی ابلیس پہلے کافر نہیں تھا تعظیم نبی سے انکار کے سبب کافر ہو گیا ——— ثابت ہوا کہ تعظیم نبی سے انکار ہی وہ کفر ہے جو انسان کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے ہوا اور باقی کفریات کا وجود بعد میں ہوا۔

اگر کوئی کہے کہ آیت کریمہ میں تو صرف سجدہ کا بیان ہے تعظیم نبی کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند قدوس کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم سجدہ کے لیے ہے لیکن حقیقت میں اس کا ارشاد نبی کی تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خدائے عزوجل کے کلام سَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

سَجَدَ ظَاهِرٌ فِیْ سُجُوْدِ الْمَلٰٓئِكَةِ نَصٌّ فِیْ تَعْظِیْمِ اٰدَمَ۔ — لفظ سَجَدَ ملائکہ کے سجدہ کرنے کے بارے میں ظاہر ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے بارے میں نص ہے۔

(نور الانوار ص۸۵)

یعنی بظاہر سجدہ کے متعلق ارشاد ہے لیکن حقیقت میں نبی کی تعظیم مقصود ہے۔

لِاَنَّ النَّصَّ مَا سِیْقَ الْكَلَامُ لِاَجْلِهٖ۔

(اصول الشاشی ص۲۱)

تعظیم کے درجے

عرفِ عام کے اعتبار سے تعظیم کے کل چار درجے ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ درجہ سجدہ ہے پھر رکوع پھر دوزانو بیٹھنا اور پھر قیام یعنی کھڑا ہونا۔

سجدہ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی تعظیم کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (رواہ الترمذی)

اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۲۸۱)

اس حدیث شریف کے تحت حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اَلسَّجْدَةُ لَا تَحِلُّ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے سجدہ حلال نہیں ہے۔ (مرقاۃ جلد سوم صہ ۳۲۴)

اور تحریر فرماتے ہیں:

اَلسَّجْدَةُ حَرَامٌ لِغَيْرِهٖ سُبْحَانَهٗ۔

غیر اللہ کے لیے سجدہ حرام ہے (شرح فقہ اکبر صہ ۲۳)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صہ ۳۲۱ میں فتاویٰ غرائب سے ہے:

لَا يَجُوْزُ السُّجُوْدُ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى

غیر خدا کے لیے سجدہ جائز نہیں۔

اور تعظیم کا دُوسرا درجہ یعنی بقدرِ رکوع جُھک کر کسی کی تعظیم کرنا یہ بھی ہماری شریعت میں منع ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری صہ ۳۲۱ میں جواہر الاخلاطی سے ہے۔

اَلْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ اَوْ لِغَيْرِهٖ مَكْرُوْهٌ لِاَنَّهٗ يُشْبِهُ فِعْلَ الْمَجُوْسِ۔

بادشاہ ہو یا کوئی دُوسرا اس کے لیے بقدر رکوع جھکنا منع ہے کہ یہ آتش پرستوں کے فعل کے مشابہ ہے۔

اور شامی جلد پنجم صہ ۲۴۶ میں محیط سے ہے۔

يُكْرَهُ الْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ وَغَيْرِهٖ۔

بادشاہ ہو چاہے کوئی دُوسرا ہو اس کے لیے بقدر رکوع جُھکنا منع ہے۔

رہا تعظیم کا تیسرا اور چوتھا درجہ یعنی کسی کی تعظیم کے لیے دوزانو بیٹھنا یا کھڑا ہونا تو یہ ہماری شریعت میں جائز ہیں اسی لیے عوام و خواص میں معمول و رائج ہیں۔

لہٰذا واضح ہے کہ جب "ابلیس ملعون" نبی کی اعلیٰ درجہ تعظیم سے انکار کے سبب راندۂ درگاہ ہوگیا تو جو شخص نبی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے بھی انکار کرے گا جو چوتھے نمبر کی ادنیٰ درجہ تعظیم ہے تو بدرجۂ اولیٰ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہوگا۔

جیسے کوئی بادشاہ اپنے محبوب کی تعظیم کے لیے درباریوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے اور کوئی درباری سجدہ کرنے سے انکار کرے تو بادشاہ اس کو مردود قرار دے کر اپنے دربار سے نکال دے تو جو شخص ان میں سے اس کے محبوب

کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے بھی انکار کرے تو وہ بدرجۂ اولیٰ بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا۔

تعظیمِ نبی ﷺ کے بیان کا اہتمام

نبی کی عظمت کا اعتقاد چونکہ ایمان کا رُکن ہے اسی لیے قرآنِ مجید نے نبی کی تعظیم بیان کرنے کے لیے بڑا اہتمام کیا ہے۔

اوّل اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کو سات جگہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جبکہ ایک واقعہ کو کسی کتاب میں دو بار بیان کرنا بھی عیب ہے لیکن قرآن مجید میں اگر یہ بات عیب ہوتی تو کفارِ مکہ سب سے پہلے اعتراض کرتے اور بدر و حنین کا معرکہ گرم کرنے کی بجائے اسی عیب سے قرآن و صاحبِ قرآن کی ہوا خیزی کرتے اور ان کو ناکام بنا دیتے مگر وہ خوب جانتے تھے کہ اسلام میں نبی کی تعظیم چونکہ بہت اہم ہے اور جو بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس کا بار بار ذکر کرنا عیب نہیں۔

یعنی خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت آدم کی تعظیم اور تعظیمِ نبی سے انکار کے سبب ابلیس کے مردود کر دیئے جانے کا قصہ بار بار بیان کرکے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اے قرآن کے ماننے والو! تعظیمِ نبی سے ہرگز انکار مت کرنا ورنہ ابلیس کے جیسا تمہارا بھی انجام ہوگا اور تم بھی مردود قرار دے دیئے جاؤ گے۔ لہٰذا ہم تمہیں بار بار یاد دلاتے رہتے ہیں کہ تعظیمِ نبی کا اعتقاد کہیں تمہارے دل سے نکل نہ جائے اور تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔

اور قرآن مجید نے تعظیمِ نبی کے بیان کا دُوسرا اہتمام اس طرح فرمایا کہ سورۂ حجر اور سورۂ ص میں ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔

تو سب فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا۔ (پ۱۴ ع ۳ - پ۲۳ ع ۱۴)

یعنی لفظ ملائکہ "ملک" کی جمع ہے مگر قرآن مجید نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ كُلُّهُمْ اور اَجْمَعُوْنَ سے اس کی تاکید بھی فرمائی۔ اس لیے کہ اگر صرف اَلْمَلٰٓئِكَةُ ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف ایک فرشتہ نے سجدہ کیا اس لیے کہ قرآن مجید میں کئی مقام پر الملٰئکۃ سے صرف ایک فرشتہ مراد لیا ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (ای جبریل جلالین) وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ۔

تو ان کو ملائکہ (یعنی حضرت جبریل) نے پکارا اور وہ نماز کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (پ۳ ع ۱۲)

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ (ای جبریل جلالین) يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ۔

اور جبکہ ملائکہ (یعنی حضرت جبریل) نے کہا اے مریم! اللہ نے آپ کو چن لیا ہے۔ (پ۳ ع ۱۳)

جس طرح ان آیاتِ کریمہ میں اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے صرف حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں اسی طرح بیانِ سجدہ میں ہو سکتا ہے اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے احد ملک مراد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہی فرشتہ نے سجدہ کیا ہو اور یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ اَلْمَلٰٓئِكَةُ عام مخصوص منہ البعض ہو یعنی لفظ تو عام ہے مگر سارے فرشتوں کی بجائے صرف چند فرشتے مراد ہوں تو ان شبہات کا دروازہ بند کرنے کے لیے اَلْمَلٰٓئِكَةُ کے ساتھ كُلُّهُمْ بھی فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک یا چند فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا بلکہ سارے فرشتوں نے کیا۔

پھر ایک شبہ ابھی اور باقی رہ گیا تھا کہ سب نے اکٹھے سجدہ کیا یا متفرق طور پر؟ تو اس احتمال کو دور کرنے کیلئے كُلُّهُمْ کے ساتھ لفظ اَجْمَعُوْنَ بھی فرمادیا یعنی سارے فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا۔ ایسا نہیں کہ بعض نے فوراً کیا ہو اور بعض نے کچھ ٹھہر کر۔ اسلیے کہ متفرق طور پر سجدہ کرنے میں کامل تعظیم نہیں۔

تعظیم کے مختلف طریقے

صرف کھڑا ہونا تعظیم نہیں ہے بلکہ تعظیم کے مختلف طریقے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ (پ ۱ ع ۵)

صبر کی تین قسمیں ہیں مصیبت پر صبر کرنا، فرمانبرداریوں کی ہمیشگی پر صبر کرنا اور گناہوں کے نہ کرنے سے صبر کرنا۔ (تفسیر صاوی زیر آیت مذکورہ)

اور جب فرمانبرداریوں پر مداومت کرنا بھی صبر ہے تو نماز بھی اس میں شامل ہے۔ لہٰذا اعتراض پیدا ہوا کہ خدائے عزوجل نے آیت مذکورہ بالا میں صبر کے بعد پھر صلوٰۃ کا ذکر کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جلالین میں صلوٰۃ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا۔

اُفْرِدَهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لِشَانِهَا۔ پھر نماز کا الگ سے ذکر اس کی شان کی تعظیم کے لیے ہے۔

یعنی صبر میں نماز کی شمولیت کے باوجود الگ سے اس کا ذکر صرف اس کی تعظیم و توقیر کے لیے ہے۔

علامہ سیوطی کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ عام میں شمولیت کے باوجود کسی چیز کا خاص طور پر الگ سے ذکر کرنا بھی اس کی تعظیم ہے جیسے یہ کہنا کہ ولیمہ کی دعوت سب کو دینا اور مفتی صاحب کو دینا۔ تو سب میں مفتی صاحب بھی شامل تھے لیکن پھر الگ سے ان کا ذکر کرنا یہ ان کی تعظیم ہے۔

اور پارہ دوم رکوع ۹ کی آیت مبارکہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً کے شانِ نزول میں علامہ سیوطی نے فرمایا۔

نَزَلَ فِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا عَظَّمُوا السَّبْتَ۔ یہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے سنیچر (ہفتہ) کے دن کی تعظیم کی۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جو پہلے یہودی تھے مسلمان ہونے کے بعد وہ سنیچر کے دن کی عزت اس طرح کرتے تھے کہ اس روز شکار کو حرام سمجھتے تھے اور یہ اس دن کی تعظیم ہے ــــ ثابت ہوا کہ کسی دن کے احترام میں اس روز شکار کو ناجائز سمجھنا بھی اس دن کی تعظیم ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ کے لیے جادوگر جب میدان میں آئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا۔

إِمَّآ أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۔ — یا تو آپ (پہلے اپنا عصا) ڈالیں اور یا تو ہم لوگ ڈالیں۔ (پ ۹ ع ۴)

تو جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اتنا پوچھ لینا بھی ان کی تعظیم ہے اور اسی تعظیم نبی کی بدولت وہ ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو گئے جیسا کہ تفسیر خازن اور تفسیر جمل میں اسی آیت مبارکہ کے تحت ہے۔

قَدْ جَازَاهُمُ اللّٰهُ عَلٰى هٰذَا الْأَدَبِ حَيْثُ مَنَّ عَلَيْهِمْ بِالْإِيْمَانِ ۔ — اللہ تعالیٰ نے اس تعظیم کا اُن کو بہترین بدلہ دیا اس طرح کہ ایمان کی دولت سے ان پر احسان فرمایا۔

اور تفسیر صاوی میں ہے۔

ذٰلِكَ تَأَدُّبًا مِنَ السَّحَرَةِ مَعَ مُوْسٰى وَقَدْ جُوْزُوْا عَلَيْهِ بِالْإِيْمَانِ وَالنَّجَاةِ مِنَ النَّارِ ۔ — اور وہ جادوگروں کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم تھی جس پر ان کو یہ انعام دیا گیا کہ ایمان سے مشرف ہوئے اور جہنم سے نجات پائی۔

عارف رومی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

زیں قدر تعظیم دیں شاں را خرید
وز مرے آں دست و پا ہاشاں برید

ان حوالہ جات سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ جادوگروں کا اپنا کرتب دکھانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کر لینا بھی اُنکی تعظیم ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی کی تعظیم سے ایمان جاتا نہیں ہے بلکہ کافر ہو تو اس کی برکت

سے ایمان والا ہو جاتا ہے اور ایمان والا ہو تو اس کا ایمان اور جلا پاتا ہے۔

اور فقہائے کرام نے مسجدوں کی آرائش کو مستحب فرمایا اور اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ (دیکھئے شامی جلد اول ص ۴۴۲)

اور مُردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینے کی علت بیان کرتے ہوئے شیخ برہان الدین ابوالحسن علی مرغینانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ الْمَيِّتِ ۔ — دھونی دینے میں میت کی تعظیم ہے۔ (ہدایہ ص ۱۵۸ ج ۱)

معلوم ہوا کہ مسجدوں کو سجانا اور ان کو آراستہ و پیراستہ کرنا ان کی تعظیم ہے جو مستحب ہے اور اسی طرح مردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینا میت کی تعظیم ہے اور یہ بھی مستحب ہے۔ غیر اللہ کی تعظیم ہونے کے باوجود شرک و کفر نہیں ہے اور نہ ضلالت و گمراہی ہے بلکہ ثواب کا کام ہے۔

قرآن کریم اور تفسیر و فقہ سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ کسی کے اعزاز میں صرف کھڑا ہونا ہی تعظیم نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بے شمار طریقے ہیں۔ قول یا فعل جس طرح سے بھی کسی شخص کی بڑائی ظاہر کی جائے سب اس کی تعظیم ہے۔

لہٰذا کسی شخص کی آمد پر اسٹیشن جانا، اس کے گلے میں ہار پھول ڈالنا، زندہ باد کے نعرے لگانا، اس کے لیے جلوس نکالنا، راستے میں جھنڈیاں لگانا اور گیٹ بنانا سب آنے والے کی تعظیم ہے۔

اسی طرح مہمان کی آمد پر عمدہ بستر بچھانا، مسند لگانا اور پُر تکلف کھانا تیار کروانا سب مہمان کی تعظیم ہے۔

آنے والے کے لیے جگہ خالی کر دینا اُس کی تعظیم ہے یہاں تک کہ کسی خاص آدمی کے سامنے بیڑی سگریٹ نہ پینا اور پی رہا ہو تو پھینک دینا اس کی تعظیم ہے اس لیے کہ اس فعل سے بھی اس خاص آدمی کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔

مخالفین کے یہاں بھی غیر اللہ کی تعظیم و تکریم کے بیشمار طریقے رائج ہیں مگر کسی دارالافتاء کا کوئی مفتی ان باتوں کو شرک و کفر نہیں قرار دیتا اور نہ حرام و ناجائز ٹھہراتا ہے لیکن جب اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور شرک و کفر کے گولے برسانے لگتا ہے۔

بریں دین و دانش بباید گریست

قرآن اور تعظیم نبی ﷺ

خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا۔

(اے نبی) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم و تکریم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹)

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

فَأَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَعْزِيْرَهٗ وَتَوْقِيْرَهٗ وَأَلْزَمَ إِكْرَامَهٗ وَتَعْظِيْمَهٗ۔

خداوند قدوس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و توقیر کو واجب قرار دیا اور انکی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا۔ (شفا شریف ص ۲۸ ج ۲)

یعنی آیت کریمہ میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ واجب و لازم ہے صرف جائز نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح حضور کا ادب بجا لائیں اور ہر جائز طریقے سے انکی تعظیم و توقیر کریں۔ اس لیے کہ حکم مطلق ہے یعنی رسول کی تعظیم کے لیے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر طرح سے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے البتہ انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا یا خدائے تعالیٰ کی طرح ان کے لیے کسی صفت کا ثابت کرنا شرک و کفر ہے اور ان کو سجدہ کرنا حرام و ناجائز ہے۔

نکتہ آیت مبارکہ میں پہلے ایمان کا ذکر ہے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پھر رسول کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ پھر اس کے بعد عبادت کے لیے فرمایا گیا وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا۔ جس میں اس بات کی جانب واضح اشارہ ہے کہ ایمان سب سے مقدم ہے یعنی ایمان کے بغیر رسول کی تعظیم مقبول نہیں اور تعظیم رسول کے بغیر ساری عبادتیں نماز، روزے، زکوٰۃ و خیرات اور ہر قسم کی ساری نیکیاں سب بیکار ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)

اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ اور پرہیزگاری ہوگی وہ شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا۔ اور شعائر اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیاں۔ (تفسیر جلالین ص۲۸۳)

اور سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے عظیم ترین نشانی ہیں تو وہ ساری نشانیوں میں سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔ اور آیت مبارکہ میں اس بات کی جانب بھی واضح اشارہ ہے کہ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا انکار کرتے ہیں وہ اگرچہ بظاہر اچھے نظر آتے ہوں مگر ان کے قلوب تقویٰ اور پرہیزگاری سے خالی ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ (پ۱۷ ع ۱۱)

اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

حُرُمٰتِ اللّٰهِ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک محترم ہیں اور نبی ساری مخلوقات میں خداوند قدوس کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ہوتا ہے لہٰذا آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان نبی کی تعظیم کرے گا اور ان کا ادب بجا لائے گا تو وہ کافر و مشرک نہیں ہو جائے گا بلکہ وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سنتا، جانتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

خداوند قدوس نے ان آیات مبارکہ میں اپنے حبیب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے طریقے بیان فرمائے۔ یعنی نبی کی تعظیم جو مسلمانوں پر واجب و لازم ہے۔ اس کے طریقوں میں سے تین طریقے یہ ہیں کہ قول و فعل کسی چیز میں رسول سے آگے نہ بڑھو، رسول کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور جس طرح چلا کر آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو اس طرح رسول کی بارگاہ میں چلا کر باتیں نہ کرو۔ اگر ان حکموں کی خلاف ورزی کروگے اور تعظیم کی بجائے نبی کی توہین کروگے تو اے مسلمانو! تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے یعنی تم مرتد ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی تم اپنے آپ کو ایمان و عمل والا ہی سمجھتے رہو گے۔

نکتہ خدائے تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں تعظیم کا طریقہ بیان کرنے کے لیے ایمان والوں کو مخاطب فرمایا کہ دونوں آیتوں میں حکم بیان کرنے سے پہلے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فرمایا اس لیے کہ جو ایمان والے ہیں وہی تعظیم نبی کو تسلیم

کرتے ہیں۔ لہٰذا وہی تعظیم کا طریقہ بتلانے جاننے کے بھی مستحق ہیں اور جو ایمان والے نہیں ہیں ان سے تعظیم نبی کا طریقہ بیان کرنا بیکار ہے کہ وہ تعظیم نبی کے قائل ہی نہیں ہیں جیسے کہ غیر مسلم کو نماز پڑھنے کا ڈھنگ سکھانا بے سود ہے کہ وہ نماز کو مانتا ہی نہیں ہے۔

اور خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (پ۱۸ ع۱۵)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا طریقہ سکھایا گیا ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو رسول کو اس طرح نہ پکارو۔

حضرت ابو محمد مکی مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

لَاتُنَادُوْهُ بِاِسْمِهٖ نِدَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضًا وَلٰكِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ وَنَادُوْهُ بِاَشْرَفِ مَايُحِبُّ يُنَادٰى بِهٖ يَانَبِيَّ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!

رسول کو ان کے نام کے ساتھ نہ پکارو جیسے کہ تمہارا بعض بعض کو پکارتا ہے بلکہ ان کی تعظیم و توقیر کرو اور ان کو یانبی اللہ یارسول اللہ مہذب الفاظ کیساتھ پکارو جسے وہ پسند فرمائیں۔ (شفا شریف ص۲۵ ج۲)

امام جلیل حضرت احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قَدْ نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْاُمُوْرِ الَّتِىْ تَقْتَضِىْ اِهَانَتَهٗ

جن باتوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پیدا ہوتی ہے ان سے خداوند قدوس

فَكَاَنَّهٗ اَمَرَ بِتَعْظِيْمِهٖ وَتَوْقِيْرِهٖ۔ عہ

نے منع فرمایا تو گویا اس نے حضور کی تعظیم و توقیر کا حکم فرمایا۔ (نسیم الریاض جلد سوم ص۳۸۶)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔

اے ایمان والو رَاعِنَا مت کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔ (پ۱ ع۱۳)

حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کچھ کلام فرماتے اور صحابۂ کرام کوئی بات نہ سمجھ پاتے تو عرض کرتے رَاعِنَا یارسول اللہ! یعنی اے اللہ کے رسول ہماری رعایت فرمایئے اور اس بات کو دوبارہ فرما دیجئے اور یہودیوں کی زبان میں لفظ رَاعِنَا گالی تھی۔ وہ لوگ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گالی کے معنی میں کہنے لگے تو خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو رَاعِنَا کہنے سے روک دیا اور اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم فرمایا کہ اگرچہ یہ لفظ رَاعِنَا بولنے میں تم لوگوں کی نیت صحیح ہے لیکن یہودیوں کو گستاخی کا موقع ملتا ہے اس لیے یہ لفظ تم لوگ مت بولو۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

نُهُوْا عَنْ قَوْلِهَا تَعْظِيْمًا لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمْجِيْدًا لَّهٗ۔

صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے لفظ رَاعِنَا کہنے سے روکے گئے۔ (شفا شریف ج۲ ص۲۹)

عہ لان النهى عن الشئ امر بضده او يتضمنه ۱۲ منہ

صحابہ اور تعظیم نبی ﷺ

کھڑا ہو جانا ایسی تعظیم ہے جو ادنیٰ ہونے کے ساتھ بہت عام بھی ہے کہ معمولی آدمی کی بھی کھڑے ہو کر تعظیم کی جاتی ہے مگر مخالفین اس ادنیٰ درجہ کی تعظیم کو بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں ٹھہراتے حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہتے تھے۔ شریعت کے مزاج سے خوب واقف تھے اور حلال و حرام اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم کیا کرتے تھے جس کی مثال اب پوری دُنیا میں ملنی مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنے کے لیے آئے۔ اس موقع پر صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انہوں نے بیان کیا۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى	قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں
الْمُلُوْكِ وَفَدْتُ عَلَى	وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور
قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ	نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن
وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ	خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں
يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ	دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا	کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی اُن کی
وَاللّٰهِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا	تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے
وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ	ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی
فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ	ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے
وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا	چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ
اَمْرَهٗ وَاِذَا تَوَضَّاَ	کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً انکے حکم کی تعمیل ہوتی
كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى	ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم
وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ	ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے
خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ	کیلئے ایک دُوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ
وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ	ہو جائیں گے اور جب اُنکی بارگاہ میں بات
تَعْظِيْمًا لَهٗ۔	کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں
(بخاری شریف جلد اول ص۳۷۹)	اور تعظیماً ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں وہ ہر طرح سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے لعاب دہن تھوک اور بلغم کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اپنی ہتھیلیوں پر لے کر بدن اور چہرں پر مل لیا کرتے تھے اور اعضائے وضو کا غسالہ مبارک (دھوون) حاصل کرنے کیلئے لڑنے مرنے کی صُورت پیدا کر دیتے تھے۔

افسوس ہے آج کل کے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانے کو بھی تیار نہیں اور پھر اس پر دعویٰ یہ کہ ہم صحابہ ہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں اور ہم پکے مسلمان ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

اس حدیث شریف میں صحابہ کے ہر فعل کو تعظیم کہا گیا جس سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ قول و فعل سے جس طرح بھی بڑائی ظاہر کی جائے سب تعظیم ہی ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِيْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ۔

(بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ صہ۲۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام میں دیکھا جبکہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی (ایک لگن میں) لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرہ وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابۂ کرام رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے کہ آپ کے مستعمل پانی (دھوون) سے برکت حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جو صحابہ پانی نہیں پاتے تھے وہ دوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک قریشی غلام نے پچھنا لگانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکلا ہوا مبارک خون پی لیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذْهَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ۔

جا تم نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کر لیا۔

(خصائص کبریٰ جلد دوم صہ۲۵۲)

ہر جاندار کا بہتا ہوا خون حرام ہے تو انسان کا خون بدرجۂ اولیٰ حرام ہے لیکن یہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس سے بہا ہوا خون حرام نہیں بلکہ اس کا پینا باعث برکت اور موجب اجر و ثواب ہے اسی لیے جب غلام نے اسے پی لیا تو آپ نے اس پر ناراضگی نہیں ظاہر فرمائی بلکہ جہنم سے آزادی کی اس کو خوش خبری دی۔

یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر سے ہے اسی لیے غلام کو اس کا صلہ یہ ملا کہ وہ جہنم سے آزاد ہو گیا۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوحٰى إِلَيْهِ وَرَاسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَلَّيْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَاَيْتُهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَيْتُهَا طَلَعَتْ وَوَقَفَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَالْاَرْضِ وَذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ خَيْبَرَ۔

(شفا شریف جلد اول ص ۱۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اس حال میں آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی، یا الٰہ العالمین! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں تھے راسلئے ان کی نماز عصر قضا ہو گئی، لہٰذا تو اُن کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب گیا تھا پھر (دعائے نبوی کے بعد) میں نے دیکھا کہ وہ نکل آیا اور اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئیں۔ یہ واقعہ مقام صہبا میں پیش آیا جو خیبر سے قریب ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں نماز جیسی اہم عبادت آپ کی نیند

پر قربان کر دی اس لیے کہ ایمان والوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی ان کی عظمت کا اعتقاد ایمان کا رکن ہے اور فعل تعظیم ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدم ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ

سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِيْ جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ اِزَارَهُ وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِيَ مِنْهَا اِثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غارِ ثور پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدا کی قسم آپ غار کے اندر نہیں داخل ہوں گے جب تک آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں۔ تاکہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے مجھی کو تکلیف پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو اُن کو انہوں نے اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ کر بھر دیئے اور دو سوراخوں پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا اب آپ اندر تشریف لائیے حضور صلی اللہ

فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاْسَهٗ
فِيْ حِجْرِهٖ وَنَامَ فَلُدِغَ
اَبُوْبَكْرٍ فِيْ رِجْلِهٖ
مِنَ الْحُجْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ
مَخَافَةَ اَنْ يَنْتَبِهَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ
دُمُوْعُهٗ عَلٰى وَجْهِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ
يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ
فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ
مَا يَجِدُهٗ ثُمَّ انْتَقَضَ
عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ
مَوْتِهٖ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۶)

علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔

ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح بیٹھے رہے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے دریافت فرمایا کیا ہوا۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً ان کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد اس کا وہی زہر لوٹ آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا یعنی اس زہر کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجرت کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ شریف کی آبادی سے نکل کر تقریباً پانچ کلومیٹر جبل ثور کے سنسان مقام پر جانا پھر لگ بھگ ڈھائی کلومیٹر بلند خطرناک راستہ طے کر کے پہاڑ کی چوٹی کے قریب اس کے غار تک پہنچنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنا کہ خدا کی قسم غار کے اندر آپ نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ میں نہ داخل ہو جاؤں تاکہ اگر کوئی اذیت پہنچے تو مجھی کو پہنچے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے بدن کا کپڑا پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کرنا اور دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں لگا دینا یہاں تک کہ سانپ کے کاٹ لینے سے سخت تکلیف کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل آنے کے خوف سے جنبش نہ کرنا۔

یہ ساری باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہیں اور قیام تعظیمی یعنی کھڑے ہو کر تعظیم کرنے سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ ہر وہ شخص جن کی تعظیم کھڑے ہو کر کی جاتی ہے ان سب کے لیے کوئی اس طرح نہیں کرے گا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر کیا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قیام تعظیمی شرک و کفر ہو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ساری تعظیمیں بدرجۂ اولیٰ شرک و کفر ہوں گی۔

العیاذ باللہ تعالیٰ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف

روانہ فرمایا تھا اور ابھی وہ ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے۔ صحابۂ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ آپنے فرمایا۔

وَالَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ۔ لَوْجَرَّتِ الْکِلَابُ بِاَرْجُلِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَارَدَدْتُ جَیْشًا وَجَّھَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کے پاؤں کُتّے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص۵۱)

یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم و توقیر ہے کہ صحابہ کرام کے زور دینے کے باوجود ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس بلانا گوارا نہ کیا۔

اور صحابیٔ رسول حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَوْلَہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ۔

میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ گھیرا ڈالے ہوئے حضور کی بارگاہ میں اسطرح ادب سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں

رواہ اصحاب السنن الاربعۃ وصححہ الترمذی۔

پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ (شفا شریف ج ۲ ص۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا اتنے سکون سے بیٹھنا کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہوں اور وہ ان کے اُڑنے کے خوف سے سر نہ ہلائیں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھُلی ہوئی تعظیم ہے اسی لیے حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم و تکریم کے بیان میں اس حدیث شریف کو تحریر فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ یَحْلِقُہٗ وَقَدْ اَطَافَ بِہٖ اَصْحَابُہٗ فَمَا یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَۃٌ اِلَّا فِیْ یَدِ رَجُلٍ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شخص ان کا سر مبارک مونڈ رہا ہے اور صحابۂ کرام ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی کسی کے ہاتھ میں آنے کی بجائے زمین پر گرے۔ (مسلم شریف جلد دوم ص۲۵۶)

یہ بھی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے کہ صحابۂ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منڈے ہوئے بالوں کو لینے کے لیے گھیرا ڈال کر جمع ہو گئے اور آپ کے ایک بال مبارک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔

اور حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ تَعْظِيْمِ الصَّحَابَةِ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِيْنَ وَجَّهَهٗ اِلَيْهِمْ فِي الْقَضِيَّةِ اَبٰى وَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(شفا شریف ص۳۱ ج ۲)

صحابۂ کرام نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کفار قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کعبہ شریف کے طواف کے لیے کہا، اس موقع پر کہ آپ کو حدیبیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے معاملہ میں مکہ شریف بھیجا تھا تو آپ نے طواف کعبہ سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کر سکتا۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَعُوْنَ بَابَهٗ بِالْاَظَافِيْرِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ان کے دروازۂ مبارک پر ناخنوں سے دستک دیتے۔

(شفا شریف ج ۲ ص۳۶)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَیْ ضَرْبًا خَفِيْفًا وَدَقًّا لَطِيْفًا تَعْظِيْمًا وَتَكْرِيْمًا وَتَشْرِيْفًا۔

(شرح الشفا مع نسیم الریاض جلد سوم ص۲۹۵)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لیے نرم خفیف سے بہت ہلکی دستک دیتے تھے۔

تعظیم کے لیے معظّم کا سامنے ہونا ضروری نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے اگر ہمیں بھی ان کی زیارت نصیب ہو تو ہم بھی ہر طرح ان کی تعظیم کریں گے۔ ہم تو انہیں دیکھ ہی نہیں رہے ہیں تو ہم کس چیز کی تعظیم کریں۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ تعظیم کے لیے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے اس کا سامنے ہونا اور اس کا دیکھنا ضروری نہیں۔ بخاری اور مسلم میں بزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا۔

جب تم پاخانہ (سنڈاس) جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَیْ جِهَةَ الْكَعْبَةِ تَعْظِيْمًا لَهَا۔

یعنی کعبہ شریف کی جانب منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کیلئے ہے۔

(مرقاۃ جلد اول ص۲۸۳)

دیکھئے! پاخانہ کرنے والے کی نگاہ کے سامنے کعبہ شریف نہیں ہے اسے وہ دیکھ نہیں رہا ہے مگر پھر بھی اس پر لازم ہے کہ وہ کعبہ شریف کی تعظیم کرے۔ نہ دیکھنے کے باوجود اگر وہ کعبہ شریف کی تعظیم نہیں کرے گا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ فعل حرام کا مرتکب ہوگا۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۹۸)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهٗ۔

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۶۹)

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

تَخْصِيْصُ الْقِبْلَةِ لِتَعْظِيْمِهَا۔

قبلہ کی جانب تھوکنے سے اس کی تعظیم کیلئے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ جلد اول ص۴۵۵)

معلوم ہوا کہ قبلہ اگرچہ ہزاروں کلومیٹر دُور ہو اور نگاہوں سے اوجھل ہو پھر بھی اس کی طرف نہ تھوکنا قبلہ کی تعظیم ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں صحابی رسول حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

إِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ

ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا

فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّیْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّیَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ۔ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو آگاہ کیا۔ شخص مذکور نے یہ بات حضورؐ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے۔ راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور اُن کو ستایا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۷۱)

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ تعظیم کے لیے معظم کا سامنے ہونا ضروری نہیں کہ امام کی نگاہ کے سامنے کعبہ شریف نہیں تھا پھر بھی اس کی تعظیم ضروری تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کعبہ شریف کی تعظیم نہ کرے اور کسی طرح سے اس کی

بے ادبی کرے تو اسے امام نہ بنایا جائے اور پہلے سے امام مقرر ہو تو اسے معزول کر دیا جائے۔ تو جو شخص کعبہ کے کعبہ اور ساری کائنات کے آقا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرے بلکہ تعظیم سے انکار کرنے کے ساتھ ان کی توہین بھی کرے تو وہ بدرجۂ اولیٰ امامت کے قابل نہیں کہ وہ اور زیادہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور انکے کیلئے اللہ نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (پ ۲۲ ع ۴)

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن چیزوں کو نسبت و تعلق ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے گی اس لیے کہ ان کی تعظیم حقیقت میں رسول کی تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ اِعْظَامِهٖ وَاِكْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْظَامُ جَمِيْعِ اَسْبَابِهٖ وَاِكْرَامُ مَشَاهِدِهٖ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہیں ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن

وَاَمْكِنَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَاهِدِهٖ وَمَا لَمَسَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عُرِفَ بِهٖ۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۴۲)

مقامات کو آپ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ کے دستِ مبارک نے چھوا یا وہ آپ کے کسی عضو سے مس ہوئیں یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہوں ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

اسی لیے صحابہ کرام تابعین عظام اور علمائے اسلام سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی ہمیشہ تعظیم و تکریم کرتے رہے۔ ثبوت کے لیے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا ان کے گھر والوں سے ملے ہیں تو حضرت عبیدہ نے فرمایا۔

لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۹)

۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن

تھے ان کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا جسے زمین پر بیٹھ کر جب وہ کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے۔ کسی نے ان سے کہا ان بالوں کو آپ منڈوا کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے فرمایا۔

لَمْ اَكُنْ بِالَّذِيْ اُحْلِقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ۔

میں ان بالوں کو نہیں منڈوا سکتا اسلئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دستِ مُبارک سے چھوا ہے۔
(شفا شریف ج ۲ ص ۴۴)

۳۔ حضرت عاصم احول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پیالہ دیکھا جو عریض و عمدہ تھا اور نُضار یعنی شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا وہ ٹوٹ گیا تھا جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاندی کے تار سے جوڑ رکھا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس نے چاہا کہ لوہے کا حلقہ نکال دیں اور اس کی جگہ پر سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَهٗ۔

جس کو رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنایا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی مت کرو۔ یہ سُن کر انہوں نے ویسا ہی رہنے دیا۔
(بخاری شریف ج ۲ ص ۸۴۲)

یہ پیالہ لوگوں کے نزدیک اتنا قابلِ تعظیم رہا کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا گیا۔

۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بُنی ہے۔ میں اسے آپ کے پہننے کے لیے لائی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا کہ آپ کو کپڑے کی ضرورت بھی تھی۔ پھر اسے لنگی کے طور پر پہن کر ہماری طرف تشریف لائے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسُول اللہ! اسے ہم کو پہنا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنا دوں گا۔ کچھ دیر بعد آپ مجلس سے تشریف لے گئے پھر واپس آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھجوا دی لوگوں نے اس صحابی سے کہا کہ تُو نے اچھا نہیں کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر مانگ لی جبکہ تم جانتے ہو کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے تو اس صحابی نے کہا:

وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ يَوْمَ اَمُوْتُ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ۔

قسم خدا کی میں نے صرف اس لیے لنگی مانگ لی تاکہ وہ میرا کفن بنے تو وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۶۵)

۵۔ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ حضرت سہل نے ایک پیالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ

اَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ نَشْرِبْنَا مِنْهُ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهٗ۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی پیالہ ہمارے لیے نکالا تو ہم نے اس سے پانی پیا۔ پھر خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر اسے لیا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۸۴۲)

۶۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چارپائی نذر کی تھی جس کے پائے ساگوان لکڑی کے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اسی پر لٹایا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کو بھی اسی چارپائی پر رکھا گیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بعد وفات اسی پر رکھا گیا۔ پھر یہ چارپائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی میراث میں فروخت ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن اسحاق نے اس کی لکڑیوں کو چار ہزار درہم میں خریدا۔ (زرقانی بحوالہ ابن عماد ج ۳ ص ۳۸۲)

۷۔ حضرت ابوبکر بن انباری کی روایت ہے کہ قصیدہ بانت سعاد سنانے کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو چادر عنایت فرمائی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے دس ہزار درہم میں ان سے لینا چاہا تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر کے لیے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو حضرت امیر معاویہ نے ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم

دے کر وہ چادر حاصل کر لی۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ہشام بحوالہ سیرت رسول عربی ص ۶۸)

۸۔ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لنگی، چادر اور کرتا مبارک تھا۔ کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے بھی تھے تو وصال کے وقت آپ نے وصیت فرمائی۔

كَفِّنُوْنِيْ فِيْ قَمِيْصِهٖ وَ اَدْرِجُوْنِيْ فِيْ رِدَائِهٖ وَ اَزِّرُوْنِيْ بِاِزَارِهٖ وَاحْشُوْا مَنْخَرِيْ وَ شِدْقِيْ وَ مَوَاضِعَ السُّجُوْدِ مِنِّيْ بِشَعْرِهٖ وَ ظُفْرِهٖ وَ خَلُّوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اَرْحَمِ الرّٰحِمِيْنَ۔

مجھے کفن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتا پہنایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں لپیٹا جائے آپ کی لنگی مجھے پہنادی جائے اور میرے گلے و منہ اور ان اعضاء پر کہ جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۶۳۶)

۹۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

رُوِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاضِعًا يَدَهٗ عَلٰى مَقْعَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر شریف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی۔

مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا	وہاں اپنا ہاتھ رکھا اور اسے اپنے مُنہ
عَلٰی وَجْهِهٖ۔	پر پھیرا۔ (شفا شریف ج ۲ ص۴۳)

۱۰۔ حضرت یحییٰ بن سعید جو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاد تھے، ان کے بارے میں حضرت علاّمہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ حَيْثُ اَرَادَ الْخُرُوْجَ	جب وہ عراق جانے کا ارادہ کرتے تو منبرِ
اِلَى الْعِرَاقِ جَاءَ اِلَى الْمِنْبَرِ	نبوی کے پاس آکر اس پر ہاتھ پھیرتے
فَمَسَحَهٗ وَدَعَا۔	اور دُعا مانگتے۔ (وفا الوفا جلد ۲ ص۴۴۳)

۱۱۔ اور حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں۔

كَانَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا	حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
يَرْكَبُ بِالْمَدِيْنَةِ دَابَّةً	مدینہ شریف میں کسی جانور کی سواری نہیں
وَكَانَ يَقُوْلُ اَسْتَحْيِيْ	کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے خدائے
مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَطَاَ تُرْبَةً	تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں
فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَافِرِ	ہیں میں اس کو اپنے جانور کی سموں (کھروں)
دَابَّتِهٖ۔	سے رُوندوں۔ (شفا شریف ج ۲ ص۴۴)

۱۲۔ حضرت ابوالفضل جوہری اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کا قصد کیا جب اس مقدس آبادی کے قریب پہنچے تو سواری سے اُتر پڑے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے پیدل چلے

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً	لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُلِمَّ بِهٖ رُكْبًا

یعنی ہم سواریوں سے اُتر پڑے اور اس ذاتِ اقدس کی تعظیم کے لیے پیدل چلنے لگے جس کی زیارت سواری کی حالت میں ادب کے خلاف ہے۔
(شفا شریف ج ۲ ص۴۵)

۱۳۔ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایاز کا لڑکا جس کا نام محمد تھا وہ سلطان محمود غزنوی کی خدمت کے لیے رہا کرتا تھا۔ ایک دن سُلطان نے حکم دیا کہ ایاز کے لڑکے سے کہو طہارت خانہ میں پانی رکھے۔ بادشاہ کے وضو کرلینے کے بعد ایاز نے عرض کیا غلام زادہ سے کیا غلطی ہوگئی کہ آج حضور نے اس کا نام نہیں لیا۔ سلطان نے فرمایا اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ میں باوضو نہیں تھا اور اس کا نام محمد ہے۔ مجھے شرم آئی کہ بے وضو ہونے کی حالت میں اس کا نام میری زبان پر جاری ہو۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو بردن ادب نمی دانم

(تفسیر روح البیان ج ۷، ص۱۸۵)

مذکورہ بالا تمام واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ صحابہ، تابعین تبع تابعین اور دیگر بزرگانِ دین وغیرہ ان تمام چیزوں کی ہمیشہ تعظیم کرتے رہے جن کو سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تھوڑی بھی نسبت حاصل رہی اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک و کفر ہوتا تو صحابۂ کرام وغیرہ ان چیزوں کی تعظیم ہرگز نہ کرتے اس لیے کہ یہ تعظیمیں کھڑے ہونے کی تعظیم سے بہت ارفع و اعلیٰ ہیں تو وہ بدرجۂ اُولیٰ شرک و کفر ہوتیں۔

حدیثِ رسول ﷺ کی تعظیم

حضرات ائمہ کرام و علمائے اسلام حدیث شریف کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے جن میں حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سرِ فہرست ہے۔ حضرت محمد بن یوسف فربری علیہ الرحمۃ والرضوان کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مَا وَضَعْتُ فِیْ کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ۔

بخاری شریف میں ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص۵)

معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عظمت و بزرگی اور جن کا علم ساری دُنیا کو مسلّم ہے کہ ان کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ انہوں نے حدیث شریف کی اس طرح تعظیم کی کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرما کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس لیے کہ حدیث شریف کی تعظیم حقیقت میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

لہٰذا عام طور پر جو کہا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں قیامِ تعظیمی کا حکم کہاں ہے جو کیا جاتا ہے امام بخاری کے عمل سے مخالفین کا یہ اعتراض دفع ہو گیا۔ اس لیے کہ خدا و رسول جل جلالہٗ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں حکم نہیں فرمایا ہے کہ حدیث شریف لکھنے سے پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھا کرو مگر اس کے باوجود امام بخاری

تعظیمِ رسول میں ایسا کیا کرتے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کی تعظیم کے لیے الگ الگ خدا و رسول کا حکم ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ کہ جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑائی ظاہر ہو ان تمام طریقوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔

۲۔ حضرت ابو مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

کَانَ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ لَا یُحَدِّثُ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا ھُوَ عَلٰی وُضُوْءٍ اِجْلَالًا لَّہٗ۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف تعظیم و تکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔ (شفا شریف ج ۲ ص۳۵)

۳۔ حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لیے آتے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے کے لیے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے۔

اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لیے آئے ہیں تو حضرت امام غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر لباس بدل کر نکلتے۔ آپ کے لیے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے اور شروعِ مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۴۔ ابن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقیق کی طرف جا رہا تھا میں نے راستے میں ان سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھ کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ مجھے تم سے امید نہیں تھی کہ راستہ چلتے ہوئے تم مجھ سے حدیث شریف کے بارے میں سوال کرو گے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۵۔ قاضی جریر بن عبدالحمید نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کھڑے ہونے کی حالت میں ایک حدیث کی بابت پوچھا تو امام موصوف نے ان کے لیے قید کا حکم فرمایا۔ جب حضرت امام سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا۔

اَلْقَاضِیْ اَحَقُّ مَنْ اُدِّبَ۔

قاضی تعلیم سکھائے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۶۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں ہشام بن غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ایک حدیث شریف پوچھی تو آپ نے ہشام کو بیس کوڑے مارے پھر ترس آیا تو بیس حدیثیں روایت کیں ہشام نے کہا

وَدِدْتُ لَوْ زَادَنِیْ سِیَاطًا وَیَزِیْدُنِیْ حَدِیْثًا۔

اے کاش! وہ اور کوڑے مارتے اور زیادہ حدیثیں بیان فرماتے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۷۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک بچھو نے آپ کو سولہ مرتبہ ڈنگ مارا جس سے انکا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا مگر انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہو گئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا آج آپ کے اندر میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالًا لِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۸۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے اس نے آپ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث شریف بیان کی۔ اس شخص نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ اُٹھنے کی تکلیف نہ فرماتے انہوں نے فرمایا:

اِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اُحَدِّثَکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ۔

میں پسند نہیں کرتا کہ میں لیٹے ہوئے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف بیان کروں۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۵)

سید التابعین حضرت سعید بن المسیب اور حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اجلہ تبع تابعین میں ہیں ان حضرات نے بھی اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا کہ حدیث شریف کی تعظیم ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام کہ جس سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی ظاہر ہو سب بلاشبہ جائز و مستحسن ہے اگرچہ قرآن و حدیث میں اس قسم کی تعظیم کا بالتصریح حکم نہ ہو اس لیے کہ خداوند قدوس کا ارشادِ عام وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ تعظیم کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس دلیل سے امام بخاری، سعید بن المسیب اور حضرت امام مالک وغیرہ کو حدیث کے احترام سے حضور کی تعظیم کرنا جائز ہوا اسی دلیل سے کھڑے ہو کر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد جن کا سلسلہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاری ہوا ان کی بھی تعظیم کی جائے اسی لیے صحابہ کرام، ائمہ اسلام اور وہ تمام حضرات جو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتے تھے ہمیشہ آپ کی اولاد کی تعظیم کرتے رہے۔

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنی کم سنی کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا اِنْزِلْ عَنْ

مِنْبَرِ اَبِیْ وَاذْهَبْ اِلٰی مِنْبَرِ اَبِیْكَ۔ یعنی میرے باپ کے منبر سے اتریے اور اپنے باپ کے منبر پر جائیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لَمْ يَكُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ۔ میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔ اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہو اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔ (الشرف المؤبد ص۹۲)

۲۔ حضرت سعید بن ابان قرشی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی نوعمری کے زمانے میں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی۔ جب وہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے خلیفہ سے کہا آپ ایک نوعمر بچے کے ساتھ اس طرح پیش آئے۔ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ يَسُرُّنِیْ مَا يَسُرُّهَا وَاَنَا اَعْلَمُ اَنَّ فَاطِمَةَ لَوْ كَانَتْ حَيَّةً لَسَرَّهَا مَا فَعَلْتُ بِابْنِهَا۔

فاطمہ میری لختِ جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے اور میں جانتا ہوں اگر حضرت فاطمہ تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے وہ ضرور خوش ہوتیں۔ (الشرف المؤبد ص۹۳)

۳۔ حضرت شیخ عدوی اپنی کتاب مشارق الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہر بلخ کے ایک علوی کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوی سمرقند چلی گئیں ساتھ میں چند بچیاں،

بھی تھیں جن کو انہوں نے مسجد میں بٹھا دیا اور خود جا کر انہوں نے رئیسِ شہر سے ملاقات کی اور اس سے اپنا حالِ زار بیان کیا مگر مسلمان ہونے کے باوجود اس نے کوئی توجہ نہیں کی اور یہ کہا کر اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہاں سے مایوس ہو کر وہ محافظِ شہر کے پاس گئیں جو مجوسی آتش پرست تھا۔ اس نے آپ کی اور آپ کی بیٹیوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی جس کی برکت سے مجوسی کا پورا گھر مسلمان ہو گیا۔

رات کے وقت خواب میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیسِ شہر سے منہ پھیر لیا اور محافظِ شہر سے جنت کے ایک محل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

هٰذَا الْقَصْرُ لَكَ وَلِاَهْلِكَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِيَّةِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

یہ محل تمہارے اور تمہارے گھر والوں کیلئے ہے اور تم لوگ جنتی ہو۔

(الشرف المؤبد ص۹۴) عـہ

۴۔ حضرت ابو محمد فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینۂ طیبہ کے بعض حسینی سیدوں سے بغض رکھتا تھا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ خلافِ سنت افعال کے مرتکب ہیں۔ میں ایک دن مسجدِ نبوی میں روضۂ مبارکہ کے سامنے سو گیا۔ مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی پناہ میں انہیں ناپسند نہیں رکھتا، مجھے

عـہ اس واقعہ کی تفصیل ہماری کتاب خطباتِ محرم ص۲۸۴ پر دیکھیں۔ الامجدی

سنت کے خلاف ان کا عمل ناپسند ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَيْسَ مَسْأَلَةٌ فِقْهِيَّةٌ اَنَّ الْوَلَدَ الْعَاقَّ يُلْحَقُ بِالنَّسَبِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا وَلَدٌ عَاقٌّ فَلَمَّا انْتَبَهْتُ صِرْتُ لَا اَلْقٰى مِنْهُمْ اَحَدًا اِلَّا بَالَغْتُ فِيْ اِكْرَامِهٖ۔

کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے۔ حضرت ابو محمد فارسی فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل بدل گیا۔ پھر میں ان میں سے جس کسی سے بھی ملتا ان کی خوب تعظیم و تکریم کرتا۔

(الشرف المؤبد ص۹۴)

تعظیم و توہین کا مدار

یہ بات اہلِ علم کے نزدیک مسلم ہے کہ جس طرح حلف یعنی قسم کا دار و مدار عرف پر ہے اسی طرح تعظیم و توہین کا مدار بھی عرف ہی پر ہے۔ کوئی قول ہو یا فعل کسی کے عرف میں اگر وہ تعظیم کے لیے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا اور وہی قول و فعل اگر کسی دوسرے ملک یا قوم میں توہین سمجھا جاتا ہے تو وہاں اس قول و فعل کو توہین ہی ٹھہرایا جائے گا۔

خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ

ماں باپ کو اُف نہ کہنا اور نہ اُن کو جھڑکنا

هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (پ ۱۵ ع ۳)

حضرت امام قاضی ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لَوْ اَنَّ قَوْمًا يَعُدُّوْنَ	اگر کوئی قوم اُف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے
التَّافِيْفَ كَرَامَةً لَا يَحْرُمُ	تو انہیں ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں
عَلَيْهِمْ تَافِيْفُ الْاَبَوَيْنِ۔	ہے۔ (اصول الشاشی بیان دلالۃ النص ص ۳۱)

یعنی آیت کریمہ میں اگرچہ ماں باپ کو اُف کہنے سے روکا گیا ہے لیکن چونکہ تعظیم و توہین کا مدار عُرف پر ہے اس لیے اگر کسی کے عرف میں ماں باپ کو اُف کہنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس لفظ سے ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے تو اس شخص کو ماں باپ کے لیے اُف کہنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اس لفظ کو ان کے لیے بولنے سے بیٹے کو ثواب بھی ملے گا کہ جب یہ لفظ اس کے عرف میں تعظیم کے لیے ہے تو ماں باپ کو اس سے خوشی ہوگی اور ان کو خوش کرنے میں ثواب یقیناً ملے گا۔

جیسے کہ فارسی عرف میں کسی شخص کے لیے مہتر کا لفظ بولنا اس کی تعظیم ہے اس لیے کہ اس کے معنی ہیں سردار اور بہت بزرگ و برتر۔ مگر فارسی عرف کا یہی عزت والا لفظ ہمارے عرف میں کسی شخص کو کہنا اس کی توہین و تذلیل ہے۔

اور یہی عرف ہی بنیاد ہے کہ ہم اپنے ملک میں خداوند قدوس کے لیے مکر کا لفظ نہیں بول سکتے کہ اس کی توہین ہے لیکن عربی عرف میں توہین نہیں اسی لیے قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (پ ۳ ع ۱۳ - پ ۹ ع ۱۸)

اور حدیث شریف میں ہے حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ	ننگے پاؤں اور نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے
حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا۔	دیکھا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۷۳)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ	جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آیا
فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰى فِيْ نَعْلَيْهِ	کرے تو دیکھ لیا کرے۔ اگر جوتوں میں
قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ	گندگی دیکھے تو اسے پونچھ دے اور اُن کو
فِيْهِمَا۔ (ابوداؤد، دارمی مشکوٰۃ ص ۷۳)	پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ (۱)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْيَهُوْدَ	کی مخالفت کرو۔ وہ اپنے جوتوں اور موزوں
فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ	میں نماز نہیں پڑھتے۔
نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ۔	(ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۷۳)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ جوتا پہنے ہوئے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین مبارک کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے

---

(۱) جوتے میں اگر دلدار نجاست لگی ہو تو وہ مٹی وغیرہ سے پونچھنے پر پاک ہو جائے گا پیشاب لگے تو مٹی ڈال کر رگڑے اور سوکھ جائے تو دھونے سے پاک ہوگا۔

بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ جُوتے پہن کر نماز پڑھو۔

مگر یہ عرب کا عرف ہے کہ مسجد میں جُوتا پہن کر جانے سے اس کی توہین نہیں ہوتی۔ اسی لیے مسجدِ حرام جو ساری دُنیا کی مسجدوں میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ قابلِ تعظیم و تکریم ہے آج بھی عرب اس میں جوتا پہن کر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اسے آدابِ مسجد کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں لیکن ہمارے عرف میں چونکہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس کی توہین ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی سرکشی سے جوتا پہن کر مسجد میں جائے تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے اور صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ائمۂ دین نے اس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین بن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سراجیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم صـ۱۲۲ کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ۔

آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے ہوئے جائے بے ادب ٹھہرے۔ نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے۔ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور ان میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انہیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ انتہی ملخصًا (فتاویٰ رضویہ ج ۳ صـ۲۷۵)

اسی طرح عرب کے عرف میں ملاقات پر ایک دُوسرے کا رُخسار و گال چومنا اور مہمان کی سواری کے لیے خچر و گدھے کو پیش کرنا اس کی تعظیم ہے لیکن

ہمارے عرف میں توہین ہے۔

اور تالی پیٹنا ہمارے عرف میں ذلیل کرنا اور ہنسی اُڑانا ہے مگر انگریزی ماحول میں تعظیم و تحسین ہے۔

اور عربی مدارس کے عرف میں طلبہ کا ایک درجہ میں بیٹھا رہنا اور اساتذہ کا تعلیم دینے کے لیے ایک درجہ سے دُوسرے درجہ میں جانا ان کی توہین ہے لیکن انگریزی سکولوں میں توہین نہیں۔

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی ملک کے عرف میں کوئی پیشہ ذلیل مانا گیا ہے تو معزز گھرانے کی لڑکی کا اس پیشہ والے سے نکاح کرنا اس کے خاندان کی توہین ہے اور وہی پیشہ اگر کسی دُوسرے مُلک میں معزز سمجھا جاتا ہے تو توہین نہیں۔

حضرت امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ان الموجب ھو استنقاص اھل العرف فیدور معہ وعلی ھذا ینبغی ان یکون الحائك کفؤا للعطار بالاسکندریۃ لما ھناك من حسن اعتبارها وعدم نقصها البتۃ۔ (فتح القدیر ج ۳ صـ۱۹۳)

مذکورہ بالا تمام مثالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے اور ہمارے عرف میں کسی کا یوم ولادت منانا اس کی تعظیم و تکریم ہے۔ اسی لیے بڑے بڑے لیڈروں کی جینتی منائی جاتی ہے۔ لہٰذا ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا۔ اس تاریخ میں تعطیل کرنا، دکانیں بند رکھنا، غسل کرنا، خوشبو لگانا،

نئے کپڑے پہننا. خوشی ظاہر کرنا، گھروں کو آراستہ کرنا، چراغاں کرنا، سڑکوں اور گلیوں کو قمقموں سے سجانا، سڑکوں پر گیٹ بنانا. نعروں کے ساتھ جلوس نکالنا اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا سب جائز ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا جواز قرآن و حدیث اور صحابۂ کرام و ائمہ عظام کے قول و فعل سے ثابت ہے اور جب دارالعلوم دیوبند و ندوۃ العلماء لکھنؤ کا جشن منانا جائز ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

یہیں سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جس مصلے میں کعبۂ معظمہ یا گنبد خضراء کا نقش ہو اس پر نماز پڑھنا ان کی بے ادبی نہیں اس لیے کہ یہ ہمارے عرف میں توہین نہیں بشرطیکہ سجدہ کی جگہ میں ہوں پیروں کی طرف نہ ہوں. اس لیے کہ سجدہ کی جگہ مقام تعظیم ہے اور پیروں کی جگہ مقام توہین۔

اسی لیے اگر جاندار کی تصویر محل سجود میں ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی کہ مقام تعظیم میں ہے اور پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں ہو تو مکروہ نہیں کہ مقام توہین میں ہے. درمختار مع شامی جلد اول ص۴۳۵ بیان مکروہات الصلوۃ میں ہے وان یکون فوق راسه او بین یدیه او بحذائه یمنة ویسرة او محل سجوده؟ ولا یکره لو کانت تحت قدمیه او محل جلوسه لانها مهانة۔

قیام تعظیمی اور علمائے اسلام

قرآن مجید کی آیت کریمہ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ سے ثابت ہوا کہ نفس تعظیم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واجب و لازم ہے۔ وجوب کی صراحت حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ سابق میں گذرا۔

رہا تعظیم کا ادا کرنا تو وہ بعض صورتوں میں فرض و واجب ہے. بعض صورتوں میں سنت و مستحب اور بعض صورتوں میں جائز و مستحسن اس لیے کہ کسی شخص کے حکم پر عمل کرنا بھی اس کی تعظیم ہے اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا کبھی فرض و واجب، کبھی سنت و مستحب اور کبھی جائز و مستحسن ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اصول فقہ کی کتابوں میں ثابت ہے۔

صحابۂ کرام، ائمہ عظام، علمائے اسلام اور ہر خاص و عام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے حق کو حتی الامکان ہر طرح ادا کیا اور آج بھی محبت والے جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی تعظیم کا حق ادا کر رہے ہیں مگر اس زمانہ کے کچھ نئے فرقے والے جن کا مذہب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانا، وہ ہر اس تعظیم کی مخالفت کرتے اور شرک و کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جس کا حکم انہیں قرآن و حدیث میں صراحۃً نہیں ملتا لیکن قرآن مجید اور بخاری شریف سے وہ یہ نہیں پوچھتے کہ چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ امام بخاری نے کس آیت اور کس حدیث کے حکم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس طرح تعظیم کی کہ

ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ صرف ہم سے پوچھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر تعظیم کرنا قرآن و حدیث سے کہاں ثابت ہے۔ حالانکہ امام بخاری کی وہ تعظیم جس کا حکم کتاب و سنت میں کہیں صراحتاً مذکور نہیں قیام تعظیمی سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے مگر ہمارے اُوپر اس تعظیم کا حکم صریح دکھانا لازم ہے اور امام بخاری پر لازم نہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

تمام علمائے ملت اسلامیہ کہ جنہوں نے اپنا مذہب یہ نہیں ٹھہرایا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹائیں بلکہ حضور کی تعظیم و تکریم ان کے ایمان کی جان ہے۔ انہوں نے اپنے قول و فعل سے قیام تعظیمی کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے ہٹ دھرم اور دشمن عظمت رسول کے علاوہ دوسرا کوئی اس کے جواز سے انکار نہیں کر سکتا۔

۱۔ حضرت امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو مخالفین بھی دین کا امام و پیشوا اور بہت بڑا مجتہد تسلیم کرتے ہیں، ان کا واقعہ حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علماء کا مجمع تھا تو ایک نعت خواں نے نعت شریف کے دو شعر پڑھے۔

فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَامَ الْاِمَامُ السُّبْكِيُّ وَجَمِيْعُ مَنْ بِالْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ عَظِيْمٌ بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَيَكْفِيْ ذٰلِكَ

تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرینِ مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لطف آیا۔ اور پیروی کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

فِی الْاِقْتِدَا۔ (تفسیر روح البیان ج ۹ صفحہ ۵۶)

۲۔ عارف باللہ حضرت سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

قَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ الْوِلَادَةِ الشَّرِيْفَةِ اَئِمَّةٌ ذُوْ دِرَايَةٍ وَّرِوَايَةٍ۔

بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت کے وقت کھڑا ہونا ان اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے جو صاحبِ درایت و روایت تھے (عقد الجواہر و اقامۃ القیامہ صفحہ ۱۲)

۳۔ عالم کامل حضرت عثمان بن حسن دمیاطی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرٌ لَا شَكَّ فِيْ اِسْتِحْبَابِهٖ وَاسْتِحْسَانِهٖ وَنَدْبِهٖ يَحْصُلُ لِفَاعِلِهٖ مِنَ الثَّوَابِ الْاَوْفَرِ وَالْخَيْرِ الْاَكْبَرِ لِاَنَّهٗ تَعْظِيْمٌ اَيْ تَعْظِيْمٌ لِلنَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ذِی الْخُلُقِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا اللهُ بِهٖ مِنْ ظُلُمَاتِ الْكُفْرِ اِلَى الْاِيْمَانِ وَخَلَّصَنَا اللهُ بِهٖ مِنْ نَارِ الْجَهْلِ اِلٰى جَنَّاتِ

ذکرِ ولادت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا بیشک مستحب و مستحسن ہے جس کے کرنے والے کو ثواب کبیر و فضل کثیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم ہے یعنی اس نبی کریم صاحبِ خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے جن کی برکت سے خدائے تعالیٰ ہمیں کفر کی تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں جہالت کے دوزخ سے بچا کر معرفت و یقین کی جنتوں میں داخل فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا رب العالمین کی خوشنودی کی طرف دوڑنا

اَلْمَعَارِفِ وَالْاِيْقَانِ
فَتَعْظِيْمُهٗ صَلَّى اللّٰهُ
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ
مُسَارَعَةٌ اِلٰى رِضَاءِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاِظْهَارُ
اَقْوٰى شَعَائِرِ الدِّيْنِ
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ
فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ
وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔

ہے اور قوی ترین شعار دین کا اظہار
کرنا ہے (خدائے تعالیٰ نے فرمایا) اور
جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے
تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔
(پ۱۷ ع۱۱) اور خدائے عز وجل نے فرمایا
اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم
کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب
کے یہاں بہتر ہے۔ (پ۱۷ ع۱۱)
(اثبات قیام بحوالہ اقامۃ القیام ص۱۳)

۴۔ زین الحرم حضرت سید احمد زین دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَغَيْرُ
ذٰلِكَ مِمَّا يَعْتَادُ النَّاسُ
فِعْلَهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْبِرِّ
فَاِنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنْ
تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ولادتِ اقدس کے ذکر کے وقت کھڑا
ہونا اور محفل میلاد کے حاضرین کو کھانا
وغیرہ دینا اور ان کے سوا دوسری نیکی کی
باتیں جو مسلمانوں میں رائج ہیں تو وہ سب
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے
ہیں (اور قرآن مجید نے ہمیں حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیا ہے)
(الدرر السنیہ بحوالہ اقامۃ القیام ص۱۵)

۵۔ سراج العلما حضرت عبد اللہ سراج مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

تَوَارَثَهُ الْاَئِمَّةُ الْاَعْلَامُ
وَاَقَرَّهُ الْاَئِمَّةُ وَالْحُكَّامُ
مِنْ غَيْرِ نَكِيْرِ مُنْكِرٍ وَ
رَدِّ رَادٍّ وَلِهٰذَا كَانَ
حَسَنًا وَمَنْ يَّسْتَحِقُّ التَّعْظِيْمَ
غَيْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ۔ وَيَكْفِيْ اَثَرُ عَبْدِ اللّٰهِ
بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهُ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ
حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔

قیام تعظیمی مشہور اماموں میں برابر متوارث
چلا آرہا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے
برقرار رکھا اور کسی نے اس کا رد و
انکار نہ کیا لہٰذا وہ مستحب ٹھہرا اور
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ
دوسرا کون تعظیم کا مستحق ہے اور حضرت
سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
حدیث شریف کافی ہے کہ جس کام کو
مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بھی اچھا ہے۔

(اقامۃ القیام ص۱۳)

۶۔ حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

حُرْمَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ
وَتَوْقِيْرُهٗ وَتَعْظِيْمُهٗ
لَازِمٌ كَمَا كَانَ حَالَ
حَيَاتِهٖ وَذٰلِكَ عِنْدَ
ذِكْرِهٖ وَذِكْرِ حَدِيْثِهٖ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام
اور ان کی تعظیم و تکریم وصال کے بعد
بھی لازم ہے جیسے کہ ان کی ظاہری
زندگی میں لازم تھی۔ وصال کے بعد
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر،
ان کی حدیث و سنت کے ذکر اور ان کا

وَ سُنَّتِہٖ وَ سَمَاعِ اِسْمِہٖ وَ سِیْرَتِہٖ۔ — مقدس نام و سیرتِ مبارکہ سننے کے وقت ان کی تعظیم و توقیر کی جائے گی۔

(شفا شریف ج ۲ صـ ۳۲)

۷۔ مخالفین کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں

> فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفلِ مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ فیصلہ ہفت مسئلہ صـ ۹

عجیب بات ہے کہ پیر و مُرشد تو قیام میں لطف و لذت پاتے ہیں مگر مریدین و معتقدین اس کو شرک و کفر کہتے ہیں تو نہ معلوم پیر صاحب پر وہ کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

اعتراضات و جوابات

مخالفین کہتے ہیں قیام تعظیمی بدعت ہے اور حدیث شریف میں ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہٰذا قیام تعظیمی ناجائز اور بدعت و گمراہی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف عام مخصوص منہ البعض ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے لیکن اس سے مُراد صرف بدعتِ سیئہ ہے، بدعتِ حسنہ گمراہی کے حکم میں داخل نہیں جیسا کہ

پ رکوع ۱۱ میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ — جب وہ بھول گئے جس کی انکو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے اُوپر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

یہ بھی عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یعنی فرمایا کہ ہر چیز کے دروازے ان پر کھول دیئے حالانکہ رحمت کے دروازے ان کافروں پر نہیں کھولے گئے تھے۔

اور جیسے کہ پ ۱۹ ع ۱۷ میں ہے۔

وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ — بلقیس کو ہر چیز دی گئی۔

اس عام میں بھی تخصیص ہے اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بلقیس کو نہیں دیا گیا تھا۔

حدیث مذکور سے مراد صرف بدعت سیئہ ہے۔ اس بات کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِى — جو شخص اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔

الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۳)

اور جو اسلام میں کسی بُرے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اسکے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنیوالوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ نے واضح کر دیا کہ بدعت صرف سیئہ نہیں حسنہ بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے شارحین حدیث نے فرمایا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ بدعت محرمہ، بدعتِ مکروہہ، بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ، بدعت مباحہ۔ تفصیل کے لیے دیکھیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷۹ اور اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۱۲۸ یا انوار الحدیث ص۱۰۶

اور بدعت کے حسنہ اور سیئہ ہونے کا معیار وہ ہے جو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مَا اُحْدِثَ مِمَّا يُخَالِفُ الْكِتَابَ اَوِ السُّنَّةَ اَوِ الْاَثَرَ اَوِ الْاِجْمَاعَ فَهُوَ ضَلَالَةٌ۔ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَيْرِ مِمَّا لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِمَذْمُوْمٍ۔

اگر ایسی چیز ایجاد کی گئی جو قرآن مجید، حدیث شریف، آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے اور اگر ایسی اچھی بات ایجاد کی گئی جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ بُری نہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷۹)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے

تحریر فرمایا۔

آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شد برآں آنرا بدعت حسنہ گویند۔ و آنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص۱۳۵)

جو بدعت کہ حضور کی سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہے اور اس پر قیاس کی گئی ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو بدعت کہ سنت کے مخالف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔

اور مخالفین جو بدعت کی دو قسمیں حسنہ اور سیئہ ماننے کو تیار نہیں وہ حضرت امام شافعی اور حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھنے والے نہیں کہ ان حضرات کے نزدیک بدعت اچھی و بُری دونوں ہوتی ہے اور یہ اس سے انکار کرتے ہیں اور یہ انکار حقیقت میں مسلم شریف کی اس حدیث کا انکار ہے جس سے بدعت کا حسنہ و سیئہ ہونا ثابت ہے اور حضرت امام شافعی و محقق علی الاطلاق کو جاہل ٹھہرانا ہے۔

اگر اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ بدعت کی دو قسمیں حسنہ و سیئہ نہ مانیں تو وہ تمام باتیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوئیں سب کو انہیں حرام و ناجائز ماننا پڑے گا جیسے قرآن مجید کا تیس پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، ان پر زبر زیر وغیرہ لگانا، حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، ان کی قسمیں صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ بنانا۔ فقہ، علم کلام اور اصول حدیث و اصول فقہ کے سارے قاعدے قانون، شریعت کے چار طریقے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اسی طرح طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی اور ان کے وظیفے، ۱۰

اور چلے وغیرہ۔

اس لیے کہ یہ ساری باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوئیں اور شارح مسلم حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اَلْبِدْعَۃُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقَ وَفِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو (لغت میں) اس کو بدعت کہتے ہیں اور شرع میں بدعت ہے ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹)

مگر مخالفین کا عجیب مذہب ہے کہ مذکورہ بالا ساری بدعتیں ان کے نزدیک جائز ہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کا جشن مناکر اس کی تعظیم کرنا اور اپنے مولویوں کے احترام میں کھڑا ہونا بھی جائز ہے لیکن اللہ کے محبوب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کھڑا ہونا حرام وناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔

خدائے عزوجل انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ان کے دلوں سے عظمتِ رسول کی عداوت نکال کر صحیح مسلمان بننے کی توفیقِ رفیق بخشے۔ آمین

مخالفین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام نے قیام تعظیمی نہیں کیا۔ آپ کیوں کرتے ہیں۔ کیا آپ صحابہ سے محبت میں بڑھ کر ہیں۔ جب انتہائی محبت کے باوجود صحابہ نے ایسا نہیں کیا تو دوسروں کو ایسی تعظیم کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ خداوند قدوس نے وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حکم فرمایا ہے تو مسلمانوں

کا جذبۂ دل جس طرح بھی رہبری کرے ہر طریقے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔ صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے کوئی فعل ناجائز نہیں ہو جائے گا۔ اس لیے کہ صحابہ کا کرنا کسی کام کے جائز ہونے کی دلیل تو ضرور ہے مگر نہ کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہرگز نہیں۔ اسی لیے صحابہ نے جو کام نہیں کیے ایسے بے شمار کام مسلمان روزانہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَا یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ۔

کرنے سے جائز ہونا سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔ (مواہب لدنیہ بحوالہ اقامۃ القیامہ ص ۲۹)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر۔ ملخصاً

نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری چیز ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ بحوالہ اقامۃ القیامہ ص ۲۹)

لہٰذا صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے قیام تعظیمی کو شرک وکفر یا حرام وناجائز ٹھہرانا غلطی ہے۔ دیکھئے بعض صحابہ نے حدیثیں لکھیں[1] مگر انہوں نے امام بخاری کی طرح ہر حدیث لکھنے سے پہلے نہ غسل کیا اور نہ دو رکعت نماز پڑھی اور اسی طرح صحابۂ کرام چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے۔ یعنی حضرت امام مالک کی طرح ایک ڈیسے

---

[1] ملاحظہ ہو انوار الحدیث ص ۲

سے حدیث بیان کرنے کے لیے صحابہ غسل نہیں کرتے تھے، نہ کپڑے میں عطر لگاتے تھے اور نہ اس کے لیے خوشبو سلگاتے تھے تو کیا صحابہ کے اس طرح نہ کرنے سے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مالک کا حدیث شریف کی تعظیم کرنا حرام و ناجائز ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ گنہگار قرار دیئے جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بلاشبہ جائز و مستحسن ہی رہے گا۔

تو اسی طرح صحابہ کا تعظیمی قیام نہ کرنے کے باوجود لوگوں کا کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہی رہے گا۔ شرک و کفر یا حرام و ناجائز نہیں ہو جائے گا۔

قیام تعظیمی کے بارے میں مخالفین کے نزدیک بہت اہم اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف میں کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو منع کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

تم لوگ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

جس کو پسند ہو کہ لوگ تعظیم کے لیے اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص۴۰۳)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

كَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ۔

صحابہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے حضور کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر صورت میں کھڑے ہونے کو حدیث شریف میں نہیں منع کیا گیا ہے بلکہ صرف اس حالت میں منع کیا گیا ہے جب کوئی شخص چاہے کہ لوگ اس کے لیے قیام کریں۔ یا وہ بیٹھا رہے اور پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں۔ اس لیے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے پر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

قیام مکروہ بعینہٖ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے وے۔ و اگر وے محبت قیام نہ دارد قیام برائے وے مکروہ نبود۔ قاضی عیاض

کھڑا ہونا مکروہ نہیں بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لیے

مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ درحق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند پیش وے مردم تا نشستن وے۔

منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸)

اور محی السنۃ حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

فِیْهِ اِکْرَامُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَتَلَقِّیْهِمْ بِالْقِیَامِ لَهُمْ اِذَا اَقْبَلُوْا هٰکَذَا احْتَجَّ بِهٖ جَمَاهِیْرُ الْعُلَمَاءِ لِاسْتِحْبَابِ الْقِیَامِ قَالَ الْقَاضِیْ وَلَیْسَ هٰذَا مِنَ الْقِیَامِ الْمَنْهِیِّ عَنْهُ وَاِنَّمَا ذٰلِكَ فِیْمَنْ یَقُوْمُوْنَ عَلَیْهِ وَهُوَ جَالِسٌ وَیَمْثُلُوْنَ قِیَامًا طُوْلَ جُلُوْسِهٖ قُلْتُ الْقِیَامُ لِلْقَادِمِ مِنْ اَهْلِ الْفَضْلِ مُسْتَحَبٌّ وَقَدْ جَاءَ فِیْهِ اَحَادِیْثُ وَلَمْ یَصِحَّ فِی النَّهْیِ عَنْهُ شَیْءٌ صَرِیْحٌ۔

اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا یہ قیام منع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ حضرت امام نووی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں ہیں لیکن ممانعت میں صراحتاً کوئی حدیث نہیں آئی۔

(مسلم شریف مع نووی ج ۲ ص ۹۵)

اور حدیث شریف میں ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ یُهَرْوِلُ حَتّٰی صَافَحَنِیْ وَهَنَّانِیْ۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۶۲)

تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔

اس حدیث کے تحت حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

فِیْهِ اسْتِحْبَابُ مُصَافَحَةِ الْقَادِمِ وَالْقِیَامُ لَهٗ اِکْرَامًا وَالْهَرْوَلَةُ اِلٰی لِقَائِهٖ (مسلم شریف مع نووی ج ۲ ص ۳۶۲)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا، اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا اور دوڑ کر اس سے ملنا مستحب ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث جو مخالفین پیش کرتے ہیں اس کے تحت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ازیں جا معلوم می شود کہ مکروہ و منہی عنہ دوست داشتن بر پا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم و تکبر وانچہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تعظیم و تکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ و منع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو مکروہ نہیں۔

اسی لیے فقہائے کرام نے قیام تعظیمی کے جواز کی تصریح فرمائی۔

شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

یَجُوْزُ بَلْ یُنْدَبُ الْقِیَامُ تَعْظِیْمًا لِلْقَادِمِ کَمَا یَجُوْزُ الْقِیَامُ وَلَوْ لِلْقَارِیِٔ بَیْنَ یَدَیِ الْعَالِمِ۔ (در مختار مع شامی ج ۵ ص ۳۴۶)

آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

اور اسی کے تحت حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قِیَامُ قَارِئِ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ یَّجِیْءُ تَعْظِیْمًا لَایُکْرَہُ اِذَا کَانَ مِمَّنْ یَسْتَحِقُّ التَّعْظِیْمَ۔	قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۶)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

درمطالب المؤمنین از قنیہ نقل کردہ کہ مکروہ نیست قیام جالس از برائے کسے کہ درآمدہ است بروے بجہت تعظیم۔	مطالب المؤمنین میں قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوجانا مکروہ نہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸)

وصلی اللہ تبارک وتعالٰی وسلم علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھلبیتہ و علماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

جلال الدین احمد امجدی

خادم دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف بستی۔

۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ یکم مارچ ۱۹۸۹ء

التماس سورۃ الفاتحہ

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی

سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید حسن رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی

سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی

سیدہ اُمّ حبیبہ بیگم

حاجی شیخ علیم الدین

شمشاد علی شیخ

مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون

شمس الدین خان

و جملہ شہداء و مرحومین ملت جعفریہ

طالبانِ دعا

سید حسن علی نقوی ، حسّان ضیاء خان

سعد شمیم ، حافظ محمد علی جعفری

اللھم صل علی محمد و آل محمد

Hassan

naqviz@live.com